بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

(ماں کی گود سے قبر کی آغوش تک)

کے موضوع پر

لجنہ علمیہ، ریاض کی چوتھی ورکشاپ

۲۸ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بمقام کوکو پام رسٹورنٹ، حارہ پانڈا کے قریب

مہمان خصوصی مولانا ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب

(احادیث کو عربی زبان میں سب سے پہلے کمپیوٹرائز کرنے والے، کنگ فیصل عالمی ایوارڈ یافتہ)

صدر جلسہ مولانا عبدالباری قاسمی صاحب

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار
(۱)	بچہ کی ولادت کے وقت مسنون اعمال	مولانا شفیق احمد قاسمی صاحب
(۲)	تربیت اولاد	مفتی عاشق الٰہی قاسمی صاحب
(۳)	جوانی ایک عظیم نعمت خداوندی ہے	مولانا غفران ساجد قاسمی صاحب
(۴)	اسلام میں نکاح کا آسان طریقہ	مولانا اشرف علی قاسمی صاحب
(۵)	کل نفس ذائقۃ الموت	مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی صاحب
(۶)	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب کا مختصر تعارف	مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی صاحب

مولانا محمد انعام الحق قاسمی، مولانا محمد ہارون قاسمی، محمد سلیم بن محمد شمیم قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچہ کی ولادت کے وقت مسنون اعمال

شفیق احمد قاسمی جونپوری

جناب صدر معزز وسامعین کرام

اسلام میں شادی ایک عبادت ہے اور اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں پانچ چیزیں مقصد کا درجہ رکھتی ہیں:

۱) سکون قلب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمِن آیاتِہ اَن خَلَقَ لَکُم مِن اَنفُسِکُمْ اَزْواجاً لِتَسْکُنُوا الَیْھا وَجَعَلَ بَیْنَکُم مَوَدَّۃ وَّرَحْمَۃ** (سورۃ الروم، آیت نمبر ۲۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے میں سے تمہارے لئے جوڑے بنائے تاکہ تم کو اس سے سکون حاصل ہو، اور تمہارے درمیان محبت اور شفقت رکھ دی۔

۲) زوجین کی عفت و پاکدامنی۔

۳) نیک وصالح اولاد کا حصول۔

۴) امت محمدیہ کا قوی ہونا۔

۵) قیامت میں حضور اکرم ﷺ کا اپنی امت کی کثرت پر خوش ہونا اور فخر کرنا۔

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے نیک وصالح بیوی کا ہونا بنیادی چیز ہے۔ اگر بیوی خود نیک نہیں ہوگی تو اولاد کی کیا تربیت کرے گی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار چیزوں کو سامنے رکھ کر شادی کی جاتی ہے: ۱) مال۔ ۲) حسب ونسب۔ ۳) جمال۔ ۴) دین داری۔ تم دینداری کو پیش نظر رکھ کر شادی کرو۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ (صحیح بخاری)

شادی کے بعد جب زوجین میں ملاقات ہو تو شرم وحیا کا دامن نہ چھوڑیں، جو نہ صرف یہ کہ انسانیت کی زینت ہے بلکہ اسلام میں مطلوب ومحبوب بھی ہے۔

پھر جب بحکم الٰہی حمل قرار پا جائے تو دونوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ طبی احتیاط کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے پہلے اسلامی تعلیمات کو اپنانا چاہئے۔ خاص طور سے رزق حلال کا استعمال، نماز، دعا، ذکر وتلاوت قرآن کی پابندی۔ اور پاکیزہ خیالات کو اختیار کریں اور دردزہ کے وقت کلمہ طیبہ کا ورد رکھیں اور آسانی کی دعا کریں۔

بچہ کی پیدائش کے وقت مسنون اعمال:

۱) بشارت:

جب پیدائش ہوجائے تو سب سے پہلے بشارت اور خوشخبری دینا سنت خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بشارت دے کر ایک فرشتہ کو حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی (سورۃ آل عمران آیت ۳۹) یعنی فرشتہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹے یحییٰ کی خوشخبری دیتے ہیں۔ دوسری جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے: فَبَشَّرْنَاہُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ (سورہ الصافات، آیت ۱۰۱) اے ابراہیم ہم تم کو حلیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔

امام طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ کسی کے یہاں جب لڑکی پیدا ہوتی ہے، ایک فرشتہ آکر بشارت دیتا ہے کہ ایک کمزور جان سے کمزور جان پیدا ہوگئی جو اس کی پرورش کرے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اگر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو فرشتہ اس نومولود کی پیشانی چومتا ہے اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سلام بھیجا ہے، اب تو اپنی زندگی کی ابتدا کر رہا ہے۔

جس طرح ہم والدین کو مبارک باد دیں، اسی طرح انہیں شکر خداوندی کی تلقین کریں اور بچے کے نیک وصالح ہونے اور حیات مطمئنہ پانے کی دعا کریں۔

ایک حدیث میں ہے کہ پیدائش کے بعد اگر کوئی ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیطان سے بچے کی حفاظت فرما دیتا ہے۔

۲) بچہ کے کان میں اذان واقامت:

حضرت حسنؓ جب پیدا ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور تحنیک کی یعنی نرم کھجور چبا کر اس کا تھوڑا حصہ حضرت حسنؓ کے منہ میں ڈال دیا۔ یہی عمل حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش پر ان کے ساتھ بھی کیا۔ اذان واقامت سے مقصود عظمت الٰہی کا پیغام سب سے پہلے بچے کے کان میں پہنچانا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ شیطان اذان کی آواز سے بھاگ جاتا ہے اور اس طرح بچہ شیطان کے شر سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

۳ و ٤) عقیقہ کرنا اور بال منڈوانا:

ساتویں دن عقیقہ کرنا اور بال منڈوا کر بالوں کے ہم وزن چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کرنا بھی سنت ہے۔ حضرات حسنینؓ کی پیدائش پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چاندی صدقہ کی۔ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کا ذبح کرنا مسنون ہے۔ اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی ہر اولاد کی پیدائش پر ایک اونٹ ذبح کر کے دعوت کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ / بچی کے لئے عقیقہ ہے، اس کی جانب سے تم خون بہاؤ، اور اس سے گندگی (سر کے بال) کو دور کرو (بخاری)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ / بچی اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے۔ اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا

جائے، اس دن اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکے کی جانب سے دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکرا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ ساتویں دن کیا، اسی دن ان کا نام رکھا اور حکم دیا کہ ان کے سروں کے بال مونڈھ دئے جائیں۔ (ابوداؤد)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے کہ یہ سنت ابراہیمی کو یاد کرنے اور رشتہ داروں کو خوشخبری دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۵) نام رکھنا:

پھر اس کے بعد بچے کا نام رکھا جائے جس میں تین باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔ ۱) زبان پر آسان ہو۔ ۲) اس کے معانی اچھے ہوں، غلط معانی والے نام حضور اکرم ﷺ کو ناپسند تھے اور حضور اکرم ﷺ ان کو بدل دیا کرتے تھے۔ ۳) نام کی نسبت اچھی ہو، یعنی اللہ تعالیٰ یا انبیاء کرام کی طرف نسبت ہو۔ اللہ تعالیٰ کو عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام بہت پسند ہیں۔ محمد یا احمد نام رکھنا بھی پسندیدہ ہے۔

۶) ختنہ:

ختنہ کروانا بھی عشر من الفطرۃ یعنی دس فطرت میں سے ایک ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: ۱) خوشبو لگانا۔ ۲) مسواک کرنا۔ ۳) ختنہ کرانا۔ ۴) نکاح کرنا۔

۷) دودھ پلانا:

دودھ پلانا بھی ماں کی اہم ذمہ داری ہے۔ اور یہ اتنا اہم عمل ہے کہ حد زنا کی سزا یافتہ صحابیہ کی سزا کو حضور اکرم ﷺ نے دو سال کے لئے مؤخر کردی، حالانکہ کسی دوسری عورت سے بھی دودھ پلوایا جا سکتا تھا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ نیز ماں کے دودھ پلانے سے ماں اور بچے دونوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ ماں کا دودھ بچے کی ضرورت کے بالکل مطابق ہے۔ نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈا اور ہر دم تیار شدہ موجود۔ ماں کے لئے فائدہ یہ ہے کہ بچے کو دودھ پلانے سے سینے کا کینسر نہیں ہوتا۔ اور پیدائش کے بعد عموماً عورت کا بدن موٹا ہو جاتا ہے، دودھ پلانے سے کافی حد تک موٹاپے کا یہ عمل بھی رک جاتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دودھ سے محبت کا انمول اور بیش قیمت رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ ہمارے معاشرہ میں یہ کیسا عجیب ظلم وغضب ہے کہ جب جب بچہ ماں کی ممتا کے لئے تڑپ تڑپ کر روتا ہے تو خادمہ اس کے منہ میں فیڈر لگا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بچوں کی پرورش اور ان کی دینی تربیت کی جو ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر ہے بحسن خوبی ہمیں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،،،

شفیق احمد قاسمی جونپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی رسولہ الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

تربیت اولاد

عاشق الٰہی قاسمی

اولاد اللہ تعالیٰ کی منجملہ نعمتوں میں ایک عظیم نعمت ہے، اور دنیوی زندگی کی زیب وزینت ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: (**المال والبنون زینة الحیاة الدنیا**) یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے رب کائنات سے الحاح واصرار کے ساتھ اس کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب کائنات سے درخواست کی (**رب ھب لی من الصالحین**) **فبشرناہ بغلام حلیم** (سورۃ الصافات ۱۰۰ و ۱۰۱)۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی **وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیاً۔ یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمه یحیی** (سورۃ مریم، آیت نمبر ۵)

اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کی پکار بھی یہی رہی ہے۔ **ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین** (سورۃ الفرقان، آیت ۷۴)

بعض مضمون نگاروں نے بھی لکھا ہے کہ **اشھی ثمرات الحیاۃ الی الانسان الاولاد** انسان کے نزدیک پوری زندگی کی مرغوب اشیاء میں سب سے مرغوب چیز اولاد ہے۔ اور یہی زندگی کا خوشگوار پھل ہے۔ تعمیر ارض ان ہی پر منحصر ہے۔ اور یہی تخلیق کائنات کا منشا ہے۔

ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے یزید پر ناراض ہوئے تو احنفؒ نے کہا: اے امیر المومنین! (**اولادنا ثمار قلوبنا وعماد ظھورنا**) اولاد ہمارے دلوں کے ثمرات ہیں اور کمر کے ستون ہیں۔

امام غزالیؒ نے فرمایا (**الصبی امانة عند والدیه وقلبه الطاھر جوھرۃ نفیسة ساذجة خالیة من کل نقش وصورۃ وھو قابل لکل ما نقش علیه الخ ...**) اولاد والدین کے نزدیک ایک امانت ہے جن کے قلوب سادہ لوح کی مانند ہیں جو چیز نقش کرنا چاہیں کرلیں۔

مذکورہ بالا باتوں سے واضح ہوا کہ اولاد اللہ رب العزت کی ایک عظیم نعمت ہے۔ جب اولاد نعمت ہیں تو ان کی قدر کرنی چاہئے، ان کی قدر یہی ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے "توحید" کی تعلیم دیں۔ بچوں کی شروع سے ہی ایسی اسلامی تربیت کریں کہ زندگی کی آخری سانس تک "موحد" رہیں۔ ان کا عقیدۂ توحید زندگی کے کسی موڑ پر نہ لڑکھڑائے۔ بچوں کے ذہن پر ایام طفولت سے یہ نقش کردیں کہ جس ذات کی ہم عبادت کرتے ہیں، اس کا نام اللہ ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں منفرد ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، اسکی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، ساری کائنات کا نفع ونقصان، موت وحیات، بیماری وشفا، اسکے دست قدرت میں ہے۔ وہ غنی ہے، سب اسکے محتاج ہیں۔

ماں کے لئے ضروری ہے کہ جس وقت بچے بولنا سیکھیں سب سے پہلے انہیں اپنے خالق ومالک "اللہ" کا مبارک نام سیکھائیں، پھر کلمہ توحیدلا الہ الا اللہ سکھائے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: **افتحوا على صبيانكم اول كلمة بلا اله الا الله** (رواہ الحاکم) اپنے بچوں کی زبان سب سے پہلے لا الہ الا اللہ سے کھلواؤ۔ بچہ جب تھوڑا سا سمجھنے لگے تو اس کی سمجھ کے مطابق اسے حلال وحرام کی تعلیم دیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں (**اعملوا بطاعة الله واتقوا معاصى الله ومروا اولادكم بامتثال الاوامر واجتناب النواهى فذلك وقاية لهم ولكم عن النار** (رواہ ابن جریر)

اللہ کی اطاعت کرواور اسکی نافرمانی سے باز رہو۔اپنی اولاد کو احکامات الہیہ کو بجالانے کی تلقین کرواور محرمات سے متنبہ کرو،اسی میں تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے بچاؤ ہے عذاب نار سے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

يا ايها الذين آمنوا قوا انفسكم واهليكم ناراً (سورۃ التحریم،آیت ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

حضرات فقہاء اسی آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔ (معارف القرآن)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: **مروا اولادكم بالصلاة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر وفرقوا بينهم المضاجع** (ابوداود) بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم دیں اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کی پٹائی کریں۔ دس سال کی عمر میں ان کے بستر الگ کردیں۔

عام طور پر بچے سات سال کی عمر میں سمجھ دار ہوجاتے ہیں،اس وقت ان کو خداپرستی کے راستے پر ڈالنا چاہئے اور ان کو نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہئے، دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی پختہ ہوجاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آجاتا ہے،اس لئے نماز کے معاملہ میں ان پر سختی کرنی چاہئے، نیز اس عمر کو پہنچ جانے پر ان کو الگ الگ لٹانا چاہئے،ایک ساتھ ایک بستر پر لٹانے میں مفاسد کا اندیشہ ہے۔
یعنی لڑکا ماں کے ساتھ اور لڑکی باپ کے ساتھ نہ لیٹے اسی طرح دس سال کی عمر سے زیادہ کے بھائی بہن بھی ایک ساتھ نہ لیٹیں۔

اولاد کے متعلق باپ کی ذمہ داری:

اولاد کی تعلیم وتربیت میں باپ کی سب سے اہم ذمہ داری ہے،اس لئے باپ ہی سے فطرۃ اولاد ڈرتی ہے اور لحاظ کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا: **كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته، والامير راع والرجل راع على اهل بيته والمرأة راعية على بيت زوجها ولده** (متفق عليه)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔امیر اپنی رعایا کا،مرد اپنے

اہل وعیال کا،عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے۔

عن ابی موسیٰ ؓ الاشعری ان رسول الله ﷺ قال ما نحل والد ولدا عن نحل افضل عن ادب حسن (ترمذی)اس حدیث میں سب سے بہترین تحفہ اولاد کے لئے ادب حسن بتلایا گیا ہے۔

عن ابن عباس عن رسول الله ﷺ: اکرموا اولادکم واحسنوا ادبھم (ابن ماجہ)اس حدیث میں اولاد کی عزت اور اچھی تربیت کا حکم دیا گیا ہے۔

عن علی قال : علموا اولادکم واھلیکم الخیر وادبوھم

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے اہل عیال کو بھلائی کی تعلیم دو اور انہیں ادب سیکھاؤ۔

عن ابن عباس ؓ عن رسول الله ﷺ من حق الولد علی الوالد ان یحسن ادبه ویحسن اسمه (البیہقی)

اس حدیث میں باپ کی ذمہ داری اچھا نام اور ادب حسن بتلائی گئی ہے۔

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی اور ارشاد فرمایا:

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اگر چہ تمہیں جان سے مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے۔

ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگر چہ وہ دونوں حکم دیں کہ اپنے بال بچوں اور مال و دولت کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔

فرائض نماز کو جان بوجھ کر بھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا۔(یعنی اللہ کے امن وامان سے وہ محروم ہو گیا)۔

شراب کبھی نہ پیو، اس لئے کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، اس لئے کہ نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنے سے بچو، اگر چہ تمام لوگ شہید ہو جائیں۔

جب لوگ کسی وباء کی وجہ سے مر رہے ہوں اور تم اس بستی میں موجود ہو تو ٹھہرے رہو، موت کے خوف سے مت بھاگو۔

اپنے بچوں پر گنجائش کے مطابق خرچ کرتے رہو۔

تربیت کی غرض سے اپنی لاٹھی اپنے گھر والوں سے نہ اٹھاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں ان کو ڈراتے اور سمجھاتے رہو۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

یعنی اپنے اہل وعیال کو خلاف شرع باتوں پر عذاب الٰہی سے ڈراتے اور سمجھاتے رہو تا کہ خواہش نفس سے مغلوب ہو کر وہ اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں۔

اس حدیث میں بچوں پر گنجائش کے مطابق خرچ کرنے اور تعلیم و ادب حسن کے لئے لاٹھیوں کا سہارا لینے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے اولاد کی بروقت مناسب پٹائی بھی کرنی چاہئے تا کہ وہ خلاف شرع عادتوں سے اجتناب کریں۔

لہذا جس نے اپنی اولاد کے لئے مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کیا اور اپنی اولاد کو دینی تعلیم و تربیت سے مالا مال کیا وہ دنیا میں بھی کامیاب ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہے۔

دنیوی کامیابی آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ ایک نمونہ بن جائے گا اور آخرت کی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعزاز و اکرام سے نوازے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک عدل و انصاف کرنے والے حضرات اللہ تعالیٰ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دونوں کے ہاتھ دائیں ہیں۔

یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل و عیال کے معاملات میں اور اپنے اختیارات میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں (مسلم)۔

ابوداود کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اور چمک سورج کی روشنی اور چمک سے بھی زیادہ ہوگی۔ خود قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کو کتنا عظیم ثواب دیا جائے گا؟

نیک صالح اولاد کے اخروی ثمرات میں سے جنت کا بلند مقام حاصل کرنا بھی ہے۔ یہ اعزاز و اکرام ہی ہے جب والدین اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کئے ہوں گے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ ان کے والد اُن کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے اس لڑکے کو اپنا ایک غلام عطا کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے سارے لڑکوں کو اسی طرح دیا ہے، انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنا عطیہ لوٹا لو۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اس کا لڑکا آیا۔ اس نے اسے پیار کیا اور پھر گود میں بیٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی لڑکی آئی تو اس نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے دونوں کے درمیان انصاف نہیں کیا۔ دیکھئے کس قدر عدل انصاف کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

عاشق الٰہی قاسمی

باسمہ تعالیٰ

مقالہ برائے لجنۃ علمیہ ریاض، سعودی عرب

جوانی ایک عظیم نعمت خداوندی ہے

غفران ساجد قاسمی
حی النسیم، ریاض، سعودی عرب

انسان زندگی کے تین مراحل سے گذرتا ہے، بچپن، جوانی اور بوڑھاپا۔ بچپن کے دن یقیناً بڑے سہانے اور حسین ہوتے ہیں، جس میں انسان ہر طرح کی ذمہ داریوں سے آزاد بس کھلنڈرانہ سی زندگی گذارتا ہے، ہر بچہ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کبھی جوان نہ ہو بس پوری زندگی بچپن کے مزے لیتا رہے، کیوں کہ بچپن ہی وہ حسین پل ہے جب وہ گھر اور خاندان کے ہر فرد کی توجہات کا مرکز بنا رہتا ہے۔ گھر اور خاندان میں جو جس قدر چھوٹا ہوتا ہے اس کے لاڈ و پیار اور ناز ونخرے بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں، لیکن یہ ناز ونخرے اور لاڈ و پیار وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچپن اور بوڑھاپا تقریبا برابر کا زمانہ ہے، کیوں کہ بچپن میں ماں باپ بہن بھائی اور دیگر قریبی رشتہ دار اس کا خیال رکھتے ہیں تو ٹھیک اسی طرح بوڑھاپے میں اس کی اولاد اور اس کے قریبی رشتہ دار اس کے ضعف اور بزرگی کی وجہ سے اس کا خیال رکھتے ہیں۔ اس توجہ اور خیال میں فرق ضرور ہے لیکن ایک بات قدر مشترک ہے کہ جس طرح ایک بچہ اپنے بچپن میں اپنے ماں باپ اور بہن بھائی کے پیار اور توجہات کا طالب ہوتا ہے بالکل اسی طرح ایک بوڑھا انسان بھی اپنے بوڑھاپے میں جب اس کے قویٰ کمزور ہوجاتے ہیں، وہ اپنے دوستوں میں اٹھنے بیٹھنے کے لائق نہیں رہتا ہے تو وہ گھر میں اپنی اولاد اور اپنے خاص قریبی رشتہ داروں کی توجہات کا طلب گار ہوتا ہے۔ اسے بہت زیادہ آرام وآسائش اور زر وزمین کی ہوس نہیں ہوتی ہے البتہ اسے ہوس ہوتی ہے تو صرف اور صرف یہ کہ اس کی اولاد جسے اس نے بڑے ناز ونعم میں پال پوس کر بڑا کیا ہے اور بچپن میں اس کی تمام آسائش وسہولیات کا خیال رکھا ہے آج اس کی اولاد اس کے بوڑھاپے میں اتنا نہیں تو کم ازکم دن بھر میں دو چار گھڑی اس کے پاس بیٹھ جائے، اس سے پیار کی دو چار باتیں کرلے یہی اس کے سکون قلب کے لیے کافی ہے۔

انسانی زندگی کے ان تین مراحل بچپن، جوانی اور بوڑھاپے میں درحقیقت ''جوانی'' کا مرحلہ سب سے اہم اور ذمہ داریوں سے پر ہے۔ جوانی ایک ایسا مرحلہ ہے جس میں اسے بیک وقت دو مرحلوں کی دیکھ ریکھ اور ذمہ داریوں کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ اگر وہ باپ ہے تو جہاں اسے اپنی اولاد کی پرورش وپرداخت اور اس کی بہتر تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اٹھانی پڑتی ہے وہیں اسے ایک فرماں بردار بیٹے کی طرح اپنے والدین کی راحت وآرام کا بھی بھرپور خیال رکھنا پڑتا ہے۔ گویا کہ جوانی ایک ایسا مرحلہ جوان دونوں مرحلوں کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے کا مشکل ترین مرحلہ ہے۔ جو جوان اپنی جوانی میں ان تمام ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتا ہے وہ اپنا بوڑھاپا بھی بڑے آرام وسکون کے ساتھ گذارتا ہے، کیوں کہ جوانی کے ایام میں لگایا ہوا درخت کا پھل ہی وہ اپنے بوڑھاپے کے زمانے میں کھاتا ہے۔ درحقیقت جوانی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس کا شکر تمام جوانوں پر واجب ہے۔ اسلام نے ایام جوانی کی عبادت کو خوب پسند کیا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو اسلام نے زیادہ تر جوانوں کو ہی مخاطب کیا ہے، بچوں اور بوڑھوں کو براہ راست مخاطب نہیں بنایا گیا ہے کیوں کہ بچے تو مکلّف ہی نہیں ہیں اور بوڑھے اپنے آخری ایام میں صرف اکرام واعزاز کے مستحق ہوتے ہیں جو انہیں جوان ہی دے سکتے ہیں۔ جوانوں کے سلسلہ میں بہت ساری احادیث مروی ہیں جن میں ان کے نیک عمل اور اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب کی

بشارت ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جوان کے بارے میں جس نے اپنی جوانی کے ایام کو اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں گذارا ہو فرمایا کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پر نفسی نفسی کا عالم طاری ہوگا، کسی کو قیامت کے روز کی تمازت سے بچنے کے لیے سایہ مہیا نہیں ہوگا اس دن جن چند لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خاص سایہ حاصل ہوگا ان میں ایسا جوان بھی شامل ہوگا جس نے اپنی پوری زندگی اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کی عبادت میں گذارا ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الاظله امام عادل،وشاب نشا فی عبادة الله،ورجل قلبه معلق بالمساجد،ورجلان تحابافی الله اجتمعاعلیه وتفرقاعلیه،ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لاتعلم شماله ماتنفق بیمینه،ورجل ذکرالله خالیافاضت عیناه.(متفق علیه)

ترجمہ: قیامت کے دن سات طرح کے انسان کو اللہ کا سایہ حاصل ہوگا جس دن سوائے اللہ کے سایہ کے کسی اور طرح کا کوئی سایہ نہ ہوگا، ان میں سے امام عادل، ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گذاری، ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں معلق رہتا ہو، دو ایسے انسان جو آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور نفرت صرف اللہ کے لیے کرتے ہیں، اور ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور باحیثیت عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور اس نے کہا ہو کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور ایسا شخص جو اتنی رازداری سے صدقہ کرتا ہو کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو سکے کہ دائیں ہاتھ سے کچھ دیا ہے اور ایسا شخص کہ جب بھی اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جوانی کے دنوں میں کی گئی عبادت اللہ تبارک وتعالیٰ کو کتنی پسند ہے۔ بچپن میں تو انسان مکلّف نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی گناہ کے اسباب وعوامل ہوتے ہیں، بڑھاپے میں انسان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ بہت سارے گناہوں پر قادر نہیں ہوتے ایسے میں گناہ نہ کرنا اور مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا کوئی بہت بڑا کمال نہیں ہے، بلکہ کمال تو یہ ہے کہ انسان جوان ہو، تندرست وتوانا ہو اور گناہ کے اسباب وعوامل بھی موجود ہوں پھر اس کے باوجود بھی وہ گناہوں سے محفوظ رہے، اس لیے نہیں کہ اس کے اندر گناہ کرنے کی طاقت نہیں تھی یا گناہ پر قادر نہیں تھا بلکہ وہ گناہوں سے اس لیے محفوظ رہا کہ اسے صرف اور صرف اللہ کا خوف تھا، سارے اسباب وعوامل موجود ہونے کے باوجود وہ گناہوں کی جانب راغب نہیں ہوا اور اپنی جوانی کے ایام کو صرف اور صرف اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اسی کی عبادت میں گذارا ایسا جوان قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت مشہور قول ہے: در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری۔

یقیناً جوانی میں پرہیزگاری اور تقویٰ کی زندگی گذارنا پیغمبروں کا طریقہ ہے اور بہت بڑا کمال ہے، یہی وجہ ہے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ جیسے مفکر نے جوانی کے دنوں میں توبہ کرنے کو پیغمبروں کا شیوہ اور طریقہ بتایا ہے۔ جوانی ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے جہاں انسان کے بھٹکنے اور گناہوں کی طرف مائل ہونے کے ہزار راستے ہوتے ہیں، جن میں آج کا تباہ شدہ ماحول اور غلط قسم کے دوستوں کی صحبت کا بھی بہت اہم کردار ہے، لیکن اگر کوئی جوان گناہ کے تمام اسباب وعوامل کے باوجود تقویٰ کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے تو یقیناً وہ پیغمبروں کے طریقہ پر چلنے والا بن جاتا ہے اور ایسے ہی نوجوان کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے بالکل تباہ وبرباد ہو چکا ہے، گلی کوچے میں گناہ کے اسباب مہیا ہیں، اتنا ہی نہیں معاشرہ میں اس قدر انارکی پھیل چکی ہے کہ وہ تمام برائیاں جو محلوں اور گاؤں سے دور شہروں میں ہوا کرتی تھی اب وہ کھلے عام گاؤں اور محلوں میں ہونے لگی ہیں جس کے اثرات سے مسلم گھرانے بھی محفوظ نہیں ہیں، ایسے میں ایک جوان اپنی زندگی کس طرح گذارے؟ وہ کسے اپنا آئیڈیل اور ہیرو تسلیم کرے؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ دین سے دوری اور دینی تعلیم سے ناواقفیت کی بنا پر ہمارے مسلم نوجوان نے بھی اپنا آئیڈیل فلموں میں ناچنے اور گانے والوں کو بنا لیا ہے جسے عرف عام

میں ہیرو کہا جاتا ہے، ہاں وہ ہیرو ضرور ہیں لیکن مسلم نوجوان کے نہیں بلکہ ناچنے اور گانے والے سماج کے ہیرو ہو سکتے ہیں جنہیں مسلم نوجوانوں کو کبھی بھی اپنا آئیڈیل یا ہیرو نہیں بنانا چاہئے بلکہ مسلم نوجوان کے ہیرو اور آئیڈیل بننے کی صلاحیت صرف اور صرف ایک ہستی میں ہے اور وہ ہے آقائے نامدار نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح آپ کا بچپن معصومیت سے پر ہے اسی طرح آپ کی جوانی بھی بے داغ اور صاف شفاف ہے، آپ کی جوانی میں تقویٰ پرہیزگاری اور صدق وصفا کا یہ حال تھا کہ مشرکین مکہ اور کفار مکہ نے آپ کو جوانی میں ہی صادق اور امین جیسا لقب عطا کیا اور چہ جائے کہ بحیثیت نبی وہ آپ کی شکل تک دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے لیکن جب صداقت وامانت اور متقی نوجوان کا تذکرہ ہوتا تو ہر ایک کافر اور مشرک کی زبان پر ایک ہی نام ہوتا ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پوری انسانیت کے لیے اسوہ حسنہ ہے وہیں جوانوں کے لیے بھی اپنے ایام جوانی گذارنے کا بہترین نقش ملتا ہے۔ جوانی جو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی گئی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، چاہیے کہ اس عظیم نعمت کی قدر کریں اور اس کو اسی طرح گذاریں جس طرح کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گذارا ہے یا انہوں نے گذارنے کی تلقین فرمائی ہے تبھی جوان اس درجہ کو پہونچ پائیں گے جس کی بشارت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے یعنی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ کی حصولیابی۔

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جوانوں کو برائی اور گناہ سے دور رہنے کا بڑا اچھا نسخہ تجویز کیا ہے جو اپنی مالی تنگی کی وجہ سے شادی جیسی سنت کو ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ شادی کر لے، کیوں کہ شادی کے ذریعہ نگاہیں نیچی رہتی ہیں اور شرم گاہوں کی حفاظت ہوتی ہے اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے یہ اس کی حفاظت کے لیے بہتر ہے۔ **یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ)**

جس جوانی کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ نے اتنی عمدہ بشارت سنائی ہے آخر وہ محفوظ جوانی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے، اس کی عمدہ مثال خود ہمیں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ملتی ہے، آیئے ذرا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام جوانی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں اور اس کی روشنی میں اپنی جوانی گذارنے کی کوشش کریں۔

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع الکمالات بنایا تھا، ان کمالات میں سے ایک بڑا کمال یہ تھا کہ جوانی میں ہی آپ نے اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کا ایسی زبانوں سے اعتراف کروالیا جنہوں نے آپ کو نبی کی حیثیت سے تو قبول نہیں کیا لیکن نبوت کے علاوہ اگر کسی انسانی خوبی وکمال کا تذکرہ ہوتا تو سب کی زبان سے ایک ہی نام نکلتا اور وہ نام نامی اسم گرامی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا۔ نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے درمیان عمر عزیز کے چالیس سال گذارے، اور چالیس سال کا طویل عرصہ کسی بھی جوان کی زندگی کو سمجھنے کے لیے بہت ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے اس چالیس سالہ دور کا ہر رخ اور ہر تصویر آپ کی قوم کی نظروں کے سامنے بالکل صاف وشفاف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چالیس سالہ زندگی، سچائی، دیانت اور خدمت خلق جیسے اعلیٰ اوصاف سے بھرپور ہے جس کی بنیاد پر دشمنوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا، جب آپ کو نبوت ملی تو آپ نے اپنی سچائی کے ثبوت میں اپنی اسی چالیس سالہ زندگی کو پیش فرمایا، آپ کی جان کے دشمن آپ کے دین اور دعوت کے دشمن کو بھی اس بات کی جرأت نہ ہو سکی کہ آپ کی سابقہ زندگی پر انگلی اٹھا سکے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ جوانی کی حالت میں پاکیزہ زندگی گذارنا ہے، ایسی صاف ستھری اور اخلاق سے آراستہ زندگی جس کے دوست ودشمن سب ہی معترف ہیں۔ دشمنوں کو نبوت پر انگلی اٹھانے کی ہمت تو ہوئی لیکن مجال ہے کہ کسی نے کردار پر انگلی اٹھانے کی ادنیٰ سی جرأت بھی کی ہو، ابوجہل جیسا کٹر دشمن بھی آپ کی زبان سے نکلے ہوئے ہر ایک لفظ کو سچ اور حق مانتا تھا، یہ آپ کی پاک وصاف جوانی کی وجہ سے ہی تھا۔ آپ کے چچا ابوطالب کے الفاظ ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا اور کبھی گلیوں میں لڑکوں کے ساتھ

کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ

آج ہمارے معاشرہ کا عالم یہ ہے کہ نوجوانوں کے زیادہ تر عیوب ان کے رشتہ داروں کو معلوم ہوتے ہیں، بڑے بزرگ ان کے عیوب پر مطلع ہونے کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی معاشرتی ذمہ داری سونپنے سے ہچکچاتے ہیں، اور ہر وقت ان کی بے ہودہ حرکتوں کی وجہ سے خاندان کی بدنامی کا خوف ان کو ستائے رہتا ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ جوانی کی گواہی خود ان کے خاندان کے بزرگ ابوطالب دے رہے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو ان کی سرپرستی میں دے دیا تھا۔

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوانی کے دنوں میں معاشرتی طور پر بڑی ذمہ داریاں انجام دیں، جن میں سے حجر اسود کی تنصیب کا اہم واقعہ بھی ہے۔ ایک بار مکہ میں بارش کی وجہ سے سیلاب آ گیا اور کعبہ کا کچھ حصہ گر گیا، مختلف قبیلوں نے مل کر دوبارہ تعمیر کیا، جب حجر اسود لگانے کا وقت آیا تو ہر کسی کی خواہش تھی کہ اس اہم کام کو وہ خود اپنے ہاتھوں سے انجام دے، یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں فساد کا خطرہ تھا، طے ہوا کہ جو سب سے پہلے کل صبح بیت اللہ میں داخل ہوگا وہی حجر اسود کو نصب کرنے کا حق دار ہوگا۔ سب نے بیت اللہ میں پہلے پہنچنے کی کوشش کی، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے موجود تھے، آپ نے ایسی تدبیر نکالی کہ سب عش عش کر اٹھے اور آپ کی اس حسن تدبیر کو خوب پسند کیا، آپ نے ایک چادر منگائی اور اس چادر میں حجر اسود کو رکھا، اور پھر ہر قبیلہ کے سردار سے کہا کہ وہ چادر کے سرے کو پکڑ کر اٹھائے اس طرح جب حجر اسود کے مقام پر پہونچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسن تدبیر کے ذریعہ ایک بڑے فساد سے اہل مکہ کو بچا لیا۔

جوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت و رحمت کی اپنی مثال آپ تھے، کسی کی تکلیف دیکھ کر فوراً مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے، ایک بڑھیا کو دیکھا، بوجھ اٹھائے جا رہی تھی، کمر بوجھ تلے جھکی جا رہی تھی، پتھر دل لوگ ہنس رہے تھے، آپ نے آگے بڑھ کر بڑھیا کا بوجھ اپنے کندھے پر رکھا اور لوگوں سے کہا ایک کمزور بڑھیا کا مذاق اڑانا جوانی کا شیوہ نہیں، بلکہ مردانگی اور جوانی یہ ہے کہ اس کا بوجھ ہلکا کرو اور اس کی مدد کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس جوان نے کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے تعظیم و تکریم کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے شخص کو مقرر کرے گا جو اس کی تعظیم کرے گا۔ (رواہ الترمذی)

ایام جوانی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت کا کافی حصہ بوڑھوں، بیماروں اور معذور لوگوں کی دیکھ بھال میں صرف فرماتے تھے۔ ان کے چھوٹے بڑے کام کرتے، ایک دن ایک قریشی سردار نے کہا کتنی شرم کی بات ہے کہ تم اپنے خاندان کو بٹہ لگاتے ہو، تم اونچے گھرانے کے چشم و چراغ ہو اور اس طرح غریبوں کے کام کرتے ہو۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: بے شک میرے پردادا ہاشم قریش کے سردار تھے، مگر وہ بھی سب کی خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیموں سے بڑی محبت تھی، ایک بچے کو کمزور و بے لباس دیکھا، اس سے وجہ پوچھی وہ رو پڑا اور بھوک کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے، آپ لڑکے کو گھر لے گئے کھانا کھلایا اور کپڑے پہنائے۔

جوانی میں معاشرتی اور خاندانی ذمہ داریاں پیش آئیں تو تجارت کو ذریعہ معاش بنایا، تجارت کی کامیابی کا علم مکہ کی مالدار خاتون بی بی خدیجہ کو ہوا تو اپنے کارندوں کے ذریعہ شام کے سفر تجارت پر بھیجا اور اپنے معتبر غلام میسرہ کو بھی ساتھ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دیانت داری اور محنت سے کام کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو توقع سے زیادہ منافع ہوا۔ میسرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی، آپ کی خوبیاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت کے بارے میں حضرت خدیجہ کو بتایا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا پیغام بھیجا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ رسال تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ رسال تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صورت میں ایک نیک اور خدمت گذار بیوی ملی، ان کے ہمراہ بڑی پر سکون اور خوش گوار زندگی گذاری۔ ان سے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں، بیٹے چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے، باقی چاروں بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں۔ کامیاب جوانی کی زندگی میں ایک کامیاب انسان، ایک کامیاب باپ، خاوند اور پھر کامیاب تاجر کی زندگی گذاری، یہاں تک کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔

یقیناً جوانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، جسے گذارنے کا صحیح طریقہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہی ملتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کی زندگی میں آج کے جوان کو جو نقوش ملتے ہیں ان میں بنیادی اور بہت گہرا نقش تو یہ ہے کہ آج کا جوان اپنی جوانی میں سچائی، دیانت داری اور شرافت کا پیکر بن جائے اور اس کی خوبیوں کے معترف سب سے پہلے اس کے گھر والے ہوں جن کے درمیان وہ اپنا دن ورات گذارتا ہے۔پھر اس کے رشتہ دار اس کی خوبیوں کے معترف ہوں اور آج کے نوجوان پر جب معاشی ذمہ داریاں آجائیں تو یہ کامیابی سے ان ذمہ داریوں کو نبھائے اور یہی خوبیاں اس قدر کمال کی ہوں کہ وہی اس کی شادی کا سبب بن جائیں، اور اس کے بعد خاوند اور پھر باپ بننے کے بعد اپنی پوری زندگی میں ہر مرحلہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے رہنمائی حاصل کرتا رہے۔کیوں کہ حیات طیبہ صرف جوانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لیے اسوہ حسنہ ہے، قیمتی سرمایۂ حیات ہے۔حیات طیبہ کے نقش میں ہی زندگی گذارنا ہم مسلمانوں کا فریضہ ہے اسی میں کامیابی وکامرانی ہے۔وباللہ التوفیق وھوالمستعان

والسلام علیکم

غفران ساجد قاسمی

چیف ایڈیٹر: بصیرت آن لائن

www.baseeratonline.com

gsqasmi99@gmail.com

اسلام میں نکاح کا آسان طریقہ

اشرف علی قاسمی، ریاض

وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِنۡ قَبۡلِکَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ أَزۡوَاجاً وَذُرِّيَة (سورہ رعد ۳۸)۔

اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے یقیناً بہت سے رسول بھیجے اور انہیں بیویوں اور اولاد سے بھی نوازا۔

نکاح کے فضائل اور اہمیت سے متعلق بے شمار حدیثیں ہیں لیکن میں نہ جاتے ہوئے تفصیل میں نہ جاتے ہوئے چند احادیث پر اکتفاء کرتے ہوئے ساتھ ہی سماج اور معاشرہ میں رائج اور غیر ضروری رسم و رواج پر روشنی ڈالوں گا جس نے نکاح جیسے اہم اور پاکیزہ رشتے کو مشکل بنا دیا ہے۔

اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام نے نکاح کے تعلق سے جو معتدل فکر اور متوازن نظریہ پیش کیا ہے وہ نہایت ہی جامع اور بے نظیر ہے۔ اسلام کی نظر میں نکاح محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری جذبات کی تسکین کا نام نہیں ہے بلکہ نکاح انسان کی بہت ساری فطری ضروریات میں سے ایک اہم فطری ضرورت ہے۔ چنانچہ اسلام نے نکاح کو انسانی بقاو تحفظ کے لئے ضروری بتایا ہے اور احساس بندگی اور شعور زندگی کے لئے عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بھی صاحب اہل و عیال رہے ہیں اور ان کی سنتوں میں نکاح کرنا بھی شامل ہے۔

حضور ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا: **اَلنِّکَاحُ مِن سُنَّتِي** ۔ نکاح میری سنت ہے اور ایک دوسری جگہ نکاح کو آدھا ایمان کہا: **عن أنس ؓ قال :قال رسول ﷺ: إِذَا تَزَوجَ العَبدُ فَقَدُ اِستَکمَلَ نِصفَ الدِینِ فَلۡيَتَّقِ اللّهَ فِي النِصفِ البَاقِي . رواه البيهقي.**

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی شخص نکاح کر لیتا ہے تو اپنا آدھا دین مکمل کر لیتا ہے لہذا اسے چاہئے کہ باقی آدھے دین کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتا رہے۔''

نکاح سے متعلق معاشرہ میں رائج رسم و رواج:

چند رسم و رواج کا تعلق لڑکے والوں کی طرف سے ہے تو بعض لڑکی والوں کی طرف سے، دونوں ہی افراط و تفریط میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ابتدائی مرحلہ میں کبھی شادی سے اعراض ہوتا ہے، تکمیل تعلیم کا بہانہ ہوتا ہے، عورتوں کا غیر ضروری تعلیم میں مشغول ہونا ہوتا ہے اور تنگ دستی کا بہانہ تو کبھی ذمہ داریوں سے فرار۔ یہ سارے کے سارے غیر ضروی وجوہات ہیں جو حضور ﷺ کی تعلیمات کے بالکل منافی ہیں۔

بعض رسم و رواج لڑکی والوں کی طرف سے ہیں:

وقت اور زمانہ کے لحاظ سے مختلف ملکوں میں مختلف رواج ہیں۔ کہیں مہر کی زیادتی اور زیور کا مطالبہ ہوتا ہے جس سے بہت ساری برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جس کی تمام تر ذمہ داری لڑکی کے اولیاء پر عائد ہوتی ہے۔

- ☆ یہ چیز لاتعداد لڑکے اور لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔
- ☆ لوگ انجام سے بے خوف ہو کر اپنی لڑکی کا رشتہ اس شخص سے کر دیتے ہیں جو حق مہر زیادہ سے زیادہ ادا کرے۔
- ☆ حق مہر اور زیور کی زیادتی سے شادی میں تاخیر ہوتی ہے۔
- ☆ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو شوہر بیوی کو طعنہ دیتا ہے کہ میں نے تمہیں اتنا حق مہر اور زیور زیادہ دیا ہے۔
- ☆ اگر میاں بیوی میں آسانی سے گذارا نہ ہو سکے تو آسانی سے علیحدگی نہیں ہوتی کیونکہ شوہر زیور اور مہر کی اتنی کافی مقدار کے لئے متفکر رہتا ہے اور بیوی کو

بہت زیادہ تنگ کرتا ہے حتی کہ نوبت خاندانی لڑائیوں تک پہنچ جاتی ہے۔

لہذا حق مہر میں آسانی کی فضاء قائم کرنے سے ہی معاشرہ میں امن وسکون پیدا ہوگا اور بے شمار لوگوں کی شادیاں بآسانی انجام پائیں گی۔

بعض رسم ورواج لڑکے والوں کی طرف سے ہیں۔

جہیز کا ظالمانہ مطالبہ۔

لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ ہندوؤں کی رسم ہے وہ اپنی لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے شادی پر کچھ نہ کچھ دیتے تھے تا کہ لڑکی اس سامان کے عوض وراثت سے اپنا حصہ مانگنا ترک کردے۔

☆ جہیز کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کا سبب بنتی ہے اور بہت ساری لڑکیاں شادی کی نعمت سے محروم رہ جاتی ہیں۔

☆ لڑکی کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے بے جا اور غیر ضروری جہیز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ وراثت میں حصہ دیگر وارثین کی طرح لڑکیوں کا بھی حق ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: **يُوصِيكُمُ اللهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَاتَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ.** (سورہ النساء ۱۱) ”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اسے صرف آدھا ملے گا“۔

☆ حد تو یہ ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے ایک لسٹ بھیجی جاتی ہے جو گھڑی، سائیکل، موٹر سائیکل، گاڑی، سوٹ کیس، بیڈ، مکان اور ملبوسات وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

☆ اخلاقی حالت اتنی پست ہو چکی ہے کہ لڑکیوں کو طعنہ دیا جاتا ہے کہ وہی چیز استعمال کرنا جو اپنے گھر سے لائی ہو۔

☆ جس کے گھر میں دو چار بچیاں ہو جائیں تو انکا جینا دوبھر ہو جاتا ہے اور جیتے جی مردہ معلوم ہوتے ہیں۔

☆ مرد عورت کا غلام ومحکوم ہو جاتا ہے اور عورت حاکم ہو جاتی ہے۔ (راقم الحروف کے والد محترم جناب مولانا علی حسن صاحب اپنی تقریر میں ایک مرتبہ فرمار ہے تھے کہ آج کل ہمارے معاشرہ میں ہر آدمی کا ایک اسٹنڈر بن گیا ہے اور اپنی سطح کے مطابق بلکہ بڑھ کر اگر گھڑی مانگنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو گھڑی کے انداز میں اور گاڑی موٹر سائیکل والے اپنے اپنے انداز میں مانگتے ہیں جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ عورت حاکم بن جاتی ہے اور مرد محکوم ہو جاتا ہے کیوں کہ عورت نے جہیز سے مرد کو خرید لیا ہے لہذا مرد بیوی کے اشارہ پر ناچتا ہے)۔

☆ اخباروں کی سرخیاں اس طرح کی خبروں سے بھری پڑی ہیں کہ جہیز نہ ہونے کی وجہ سے باپ نے پھانسی لگالی تو بیٹی نے خودکشی کرلی تو کہیں بہو کو جلا دیا گیا۔

☆ والدین سے مجبوراً جہیز لینا یقیناً باطل طریقہ سے مال کھانے کے ضمن میں آتا ہے:۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: **يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ.** (سورہ نساء ۲۹) ”اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ“ ایک حدیث میں حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایک مسلمان کا خون اس کا مال اسکی عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔“ اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہیز کا لینا اور اس کا استعمال کرنا ناجائز ہے۔

☆ عام طور پر بہت بڑی بارات ایک جلوس کی شکل میں لے جاتے ہیں جس میں ناچ گانے کا اہتمام کرتے ہیں، اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لڑکی والوں کو ایک اچھی خاصی تعداد کے لئے کھانا تیار کرنا پڑتا ہے جو ان کے لئے ایک بے جا بوجھ ہے۔ اور لڑکے والوں کو باراتیوں کو منتقل کرنے کے لئے کئی کئی بسوں اور کاروں کا اہتمام کرنا پڑتا ہے جس میں کافی پیسوں کا بے جا اسراف ہوتا ہے۔

یہ وہی نکاح ہے جس کو شریعت نے دو خاندانوں کے مابین محبت، مودّت اور رحمت کا ذریعہ بنایا ہے جو باہمی نفرت وعداوت اور دشمنی کا باعث بن جاتا ہے۔ اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ضرورت ہے ورنہ وہ دن دور نہیں کہ ظلم سے جہیز حاصل کرنے والوں کو خود ہی اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں بہت زیادہ پریشان کن اور تکلیف دہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے۔ وتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۔(سورہ آل عمران ۱۴۰) یہ تو زمانہ کے نشیب وفراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ آج ہماری کل تمہاری باری ہے!!!!!

☆ **نوٹ:** بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ لڑکی والے خود سے جہیز دے رہے ہیں پھر بھی یہی حکم ہے کہ اس موقع سے آپ ان کو منع کر دیں کیوں کہ یہ فتنہ کو فروغ دینا ہے اور اگر دینا ہی ہے تو سال دو سال کے بعد دیں پھر دیکھئے ملتا ہے کہ نہیں؟ اس لئے اس فتنہ سے بچنے کے لئے ہمیں ہر مشتبہ چیز سے بچنا ہوگا۔ واللہ ولی التوفیق۔

مذکورہ بالا دو طرفہ ظالمانہ رسم ورواج سے بچنے کے لئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے طریقہ کو دیکھتے اور صحابہ کی زندگی کا مطالعہ کرتے اور اس کے مطابق شادیاں کرتے جس سے ہمارا معاشرہ مثالی شوہر اور مثالی بیوی سے مزین ہوتا۔ یہ ساری پریشانیاں اور مصیبتیں اس لئے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی تعلیمات کو بھلا دیا ہے اور ایک نئی قسم کی شریعت گھڑ لی ہے۔

شوہر کے متعلق حضور ﷺ کی تعلیمات:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **عن عائشةؓ قالت قال رسولُ ﷺ: خَيْرُكُم خَيْرُكُم لأهْلِه وأنا خَيرُكُم لأهْلِي وإذَا مَاتَ صَاحِبُكُم فَدَعوه. رواه الترمذي** ۔حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے اچھا ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے لئے تم سب میں اچھا ہوں، جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اسکی بری باتیں کرنا چھوڑ دو''۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول ﷺ : خَيْرُكُمْ خَيْرُكُم لِلنِّسَاء. رواه الحاكم ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے اچھا ہو''۔

عن عائشةؓ قالت: مَا ضَرَبَ رَسولُ ﷺ خادِمًا ولا إمْرَاَةً قَطُّ.(رواه ابو داؤد) ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے کبھی کسی خادم یا عورت کو نہیں مارا۔

گھر کے کام کاج میں شوہر کو بیوی کا ہاتھ بٹانا چاہئے حضور ﷺ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

عورت کے متعلق حضور ﷺ کی تعلیمات:

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے مال اور اس کی عزت کی محافظ ہو۔ شیریں گفتار ہو، خوش مزاج ہو، قناعت پسند ہو اور شوہر کا دل لبھانے والی ہو۔ شوہر کی اطاعت گذار اور شکر گذار ہو اور اپنے بچوں سے پیار کرنے والی ہو۔

عن ابی هريرةؓ قال: قيل يارسول الله: أىُّ النِّسَاءِ خيرٌ؟ قال الَّتِى تَسُرُّه إذا نَظَرَ وتُطيعُه إذا أَمَرَ ولاتُخَالِفُهُ فى نَفسِهَا ومالِها بِما يَكرَهُ. رواه النسائى

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ بہترین عورت کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ عورت کہ جب اس کی طرف اس کا شوہر دیکھے تو اسے خوش کر دے جب کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے نیز عورت کے جان اور مال کے معاملے میں شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں اس کی مخالفت نہ کرے''۔

أُدْخُلِي الجَنّةَ مِن أيِّ أبوابِ الجنةِ شِئْتِ) وراه ابن حبان .

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جو عورت پانچ وقت کی نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اسے (قیامت کے روز) کہا جائے گا جنت کے (آٹھوں) دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے‘‘۔

ہمارے لئے نبی ﷺ کی شادیاں، آپ ﷺ کی پیاری بیٹیوں کا نکاح اور صحابہ کرامؓ کا نکاح نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار صاحبزادیوں کی شادی کی ان میں سے ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ کو کسی قسم کا جہیز دینا ثابت نہیں ہے البتہ حضرت زینبؓ کو حضرت خدیجہؓ نے اپنا ایک ہار دیا تھا جو جنگ بدر میں حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر ابوالعاص بن ربیعؓ کو چھڑوانے کے لئے بطور فدیہ بھجوایا تھا جسے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد واپس بھجوادیا۔ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ نے مہر میں ایک ڈھال دی تھی جسے فروخت کر کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو گھر کا ضروری سامان پانی کا مشک، تکیہ اور چادر بنوا کر دیا تھا۔

صحابہ کرامؓ کے نکاح کے واقعات:

صحابہ کرامؓ کے ایسے بہت سارے واقعات ہیں کہ حضور ﷺ نے چندہ کر کے ان کی شادیاں کرائی حتی کہ مہر اور ولیمہ بھی چندہ سے ہوا۔

حضور ﷺ کے خادموں میں سے ربیعہ بن کعب بھی تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا یا ربیعہ تم نے شادی کی یا نہیں؟ حضرت ربیعہؓ نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے اسی طرح دوسری مرتبہ سوال کیا چنانچہ تیسری بار حضرت ربیعہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! میں بہت غریب ہوں اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں مجھ سے کون شادی کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فلاں انصار کے قبیلہ میں جاؤ اور کہنا کہ حضور ﷺ نے میری شادی کروانے کے لئے بھیجا ہے لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا اور قبیلہ والوں نے ان کی شادی کرادی۔ پھر حضور ﷺ نے انصار کے سردار حضرت بریدہ بن حصیب کو سونے کی تھوڑی مقدار جمع کرنے کو کہا جس سے مہر ادا کیا گیا اور پھر حضرت بریدہ سے آپ ﷺ نے بکری کے لئے کہا اور حضرت عائشہؓ نے جَـــو دیا پھر روٹی اور گوشت سے ولیمہ کیا گیا۔ (الامام احمد فی المسند ۵۸۔۴)۔

حضور ﷺ نے حضرت سہل بن ساعدیؓ کا نکاح ایک عورت سے کرایا، حضرت سہل بن ساعدی اتنے غریب تھے کہ ان کے پاس مہر میں دینے کے لئے ایک لوہے کی انگوٹھی تک نہ تھی تو حضور ﷺ نے کہا کہ چلو اس کو قرآن سکھادینا۔ (بخاری ۵۰۸۷ مسلم ۱۴۲۵)

حضرت بلالؓ نے جب اپنی شادی کی تو حضور ﷺ کے پاس ایک سونے کا ٹکڑا لے کر آئے تو حضور ﷺ نے کہا کہ اس کو بیچ دو اور صحابہ سے کہا کہ اپنے بھائی کے ولیمہ میں مدد کرو۔

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص نادار غریب ہو تو عورت کے والدین حسب استطاعت اپنے داماد کا تعاون کرنے کے لئے گھر کا بنیادی اور ضروری سامان دے سکتے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق

اشرف علی قاسمی، ریاض

+966-551412911

ashrfaliqasmi46@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَعَلیٰ آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے)

محمد نجیب سنبھلی قاسمی، ریاض

خالق کائنات اللہ رب العزت نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ متعین کردی ہے اور موت ایسی شی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر یا فاجر حتی کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک وشبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجز وبے بس ہوجاتی ہیں۔

موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستیوں کو اجاڑنے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، ظالموں کو جہنم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور متقیوں کو جنت کے بالا خانوں تک پہنچانے والی شی ہے۔

موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے، نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے، نہ دنیاوی چودھریوں سے ڈرتی ہے، نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت لیتی ہے۔ جب بھی حکم خداوندی ہوتا ہے تو تمام دنیاوی رکاوٹوں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی مطلوب کو حاصل کرلیتی ہے۔

موت نہ نیک صالح لوگوں پر رحم کھاتی ہے، نہ ظالموں کو بخشتی ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کو بھی موت اپنے گلے لگالیتی ہے اور گھر بیٹھنے والوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ اخروی ابدی زندگی کو دنیاوی فانی زندگی پر ترجیح دینے والے بھی موت کی آغوش میں سوجاتے ہیں، اور دنیا کے دیوانوں کو بھی موت اپنا لقمہ بنالیتی ہے۔

موت آنے کے بعد آنکھ دیکھ نہیں سکتی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہاتھ پیر کام نہیں کرسکتے۔ موت نام ہے روح کا بدن سے تعلق ختم ہونے کا اور انسان کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کا۔ ترقی یافتہ سائنس بھی روح کو سمجھنے سے قاصر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان فردیا ہے: (قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی) روح صرف اللہ کا حکم ہے۔ موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کردیا جاتا ہے، اور موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزاوسزا کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا آخری وقت آجائے۔ ہم ہر روز، ہر گھنٹہ، بلکہ ہر لمحہ اپنی موت کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ سال، مہینے اور دن گزرنے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہوگئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہوگئے۔

موت ایک مصیبت بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے فَاَصَابَتْكُمْ مُصِيْبَةُ الْمَوْتِ (سورۃ المائدۃ ۱۰۶) اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی متعدد آیات میں موت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات پیش خدمت ہیں:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سورۃ آل عمران ۱۸۵) ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہوگیا، اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کا معیار ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حال میں ہماری موت آئے کہ ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارے اور دخولِ جنت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوْ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام (سورۃ رحمٰن ۲۶۔۲۷) اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی اور فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ، لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۃ القصص ۸۸) ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے، اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً، وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (سورۃ الانبیاء ۳۴۔۳۵) (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہوگیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری اور اچھی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (سورۃ النساء ۷۸) تم جہاں بھی ہوگے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی۔ چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهُ مُلَاقِيْكُمْ (سورہ الجمعہ ۸) (اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم

سے آ ملنے والی ہے۔یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اچک لے گی۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (سورۃ الاعراف ۳۴) چنانچہ جب اُن کی مقررہ میعاد آ جاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔

وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (سورہ لقمان ۳۴) اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تو بعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔

میرے بھائیو اور بہنوں! یہی دنیاوی فانی وقتی زندگی' اخروی ابدی زندگی کی تیاری کے لئے پہلا اور آخری موقع ہے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّىْ اَعْمَلُ صَالِحاً فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ المؤمنون ۹۹ و ۱۰۰) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں جا کر نیک اعمال کروں۔ ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے، اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ ہے جب تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں۔لہذا ضروری ہے کہ ہم افسوس کرنے یا خون کے آنسو بہانے سے قبل' اس دنیاوی فانی زندگی میں ہی اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری روح ہمارے بدن سے اس حال میں جُدا ہو کہ ہمارا خالق و مالک و رازق ہم سے راضی ہو۔آج ہم صرف فانی زندگی کے عارضی مقاصد کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزارتے ہیں اور دنیاوی زندگی کے عیش و آرام اور وقتی عزت کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، لہذا آیئے دنیا کو دنیا کے پیدا کرنے والے کی ہی زبانی سمجھیں:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سورۃ آل عمران ۱۸۵) اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِى الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (سورۃ التوبہ ۳۸) دنیاوی زندگی کا فائدہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر بہت تھوڑا۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلاً (سورۃ النساء ۷۷) کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے۔ اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَّ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ، لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ (سورہ العنکبوت ۶۴) اور یہ دنیاوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ دار آخرت ہی اصل زندگی ہے، اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (سورۃ آل عمران ۱۴) لوگوں کے لئے اُن چیزوں کی محبت خوشنما بنا دی گئی ہے جو اُن کی نفسانی خواہش کے مطابق ہوتی ہے، یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگائے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہیں۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم دنیاوی زندگی کو نظر انداز کر کے رہبانیت اختیار کر لیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی گزاریں اور اخروی زندگی کی کامیابی کو ہر حال میں ترجیح دیں۔

الحمد للہ! ہم ابھی بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آ جائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔۔۔ لہذا ہمیں توبہ کر کے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتُوْبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعاً اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن (سورۃ النور ۳۱) اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورہ الزمر ۵۳) کہہ دو کہ: "اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، یعنی گناہ کر رکھے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے"۔

میرے عزیز بھائیو! قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالات کا جواب دیدے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصول مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔ علم پر کتنا عمل کیا؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اُذْکُرُوا ھَاذِمَ اللَّذَّاتِ**، ایک روایت میں ہے **اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ** (ترمذی) لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ موت کو یاد کرنے کے چند اسباب یعنی وہ اعمال جن سے موت یاد آتی ہے، یہ ہیں:

۱) وقتاً فوقتاً قبرستان جانا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی۔ (مسند احمد وابوداود)

۲) مُردوں کو غسل دینا یا اُن کے غسل کے وقت حاضر رہنا۔

۳) اگر موقع میسر ہو تو انتقال کرنے والے شخص کے آخری لمحات دیکھنا اور اُن کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا۔

۴) جنازہ میں شرکت کرنا۔

۵) بیماروں اور بوڑھوں سے ملاقات کرنا۔

۶) آندھی، طوفان اور زلزلے کے وقت انسانوں کی کمزوری اور اللہ جلَّ جلالہ وعمَّ نوالہ کی طاقت وقوت کا اعتراف کرنا۔

۷) پہلی امتوں کے واقعات پڑھنا۔

موت کو کثرت سے یاد کرنے والوں کو اللہ کی جانب سے مذکورہ اعمال کی توفیق ہوتی ہے:

۱) گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے۔

۲) گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

۳) سخت دل نرم ہو جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں۔

۴) دل قناعت پسند بن جاتا ہے۔

۵) عبادت میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔

۶) بہت ساری دشواریاں آسان ہو جاتی ہیں۔

۷) لمبی لمبی امیدیں اور امنگیں کم ہو جاتی ہے۔

۸) تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے جس سے انسان دوسروں پر ظلم کرنے اور کبر کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔

۹) اخروی زندگی یاد رہتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو مرنے سے قبل مرنے کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے نوازے، آمین۔

محمد نجیب سنبھلی قاسمی، ریاض

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی دامت برکاتہم کا مختصر تعارف

آپ کی پیدائش ۱۹۳۰ء (۱۳۵۰ھ) کے آس پاس اتر پردیش کے مردم خیز علاقہ مئو (اعظم گڑھ) میں ہوئی۔ برصغیر کی معروف علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۲ء (۱۳۷۲ھ) میں فراغت حاصل کی۔ ازہرالہند دارالعلوم دیوبند سے علوم نبوت میں فضیلت کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد دنیا کے معروف اسلامی ادارہ جامعہ ازہر، مصر سے ۱۹۵۵ء میں "شهادة العالمية مع الاجازة بالتدريس " (MA) کی ڈگری حاصل کی اور وطن عزیز واپس آگئے۔ ۱۹۵۵ء میں ملازمت کی غرض سے قطر چلے گئے اور وہاں کچھ دنوں غیر عربی داں حضرات کو عربی زبان کی تعلیم دی، پھر قطر کی پبلک لائبریری میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۴ء میں قطر سے لندن چلے گئے اور ۱۹۶۶ میں دنیا کی معروف یونیورسٹی Cambridge سے Studies in Early Hadith Literature کے موضوع پر Ph.D کی۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے سرفراز ہونے کے بعد آپ دوبارہ قطر تشریف لے گئے اور وہاں قطر پبلک لائبریری میں مزید دو سال یعنی ۱۹۶۸ء تک کام کیا۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۳ء تک جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں مساعد پروفیسر کی حیثیت سے ذمہ داری بخوبی انجام دی۔ ۱۹۷۳ء سے ریٹائرمنٹ یعنی ۱۹۹۱ء تک کنگ سعود یونیورسٹی میں مصطلحات الحدیث کے پروفیسر کی حیثیت سے علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

حدیث کی عظیم خدمات پر ۱۹۸۰ء میں کنگ فیصل عالمی ایوارڈ :

۱۹۸۰ء (۱۴۰۰ھ) میں مندرجہ ذیل خدمات کے پیش نظر آپ کو کنگ فیصل عالمی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

۱) آپ کی کتاب "دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینه " جو کہ انگریزی زبان میں تحریر کردہ آپ کی Thesis کا بعض اضافات کے ساتھ عربی میں ترجمہ ہے، جس کا پہلا ایڈیشن کنگ سعود یونیورسٹی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں آپ نے مضبوط دلائل کے ساتھ احادیث نبویہ کا دفاع کرکے تدوین حدیث کے متعلق مستشرقین کے اعتراضات کے بھرپور جوابات دئے ہیں۔

۲) صحیح ابن خزیمہ جو صحیح بخاری وصحیح مسلم کے علاوہ احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے، عصر حاضر میں چار جلدوں میں اس کی اشاعت آپ کی تخریج وتحقیق کے بعد ہی دوبارہ ممکن ہوسکی۔ اس کے لئے آپ نے مختلف ممالک کے سفر کئے۔

۳) احادیث نبویہ کو عربی زبان میں سب سے پہلے کمپیوٹرائز کرکے آپ نے حدیث کی وہ عظیم خدمت کی ہے کہ آنے والی نسلیں آپ کی اس اہم خدمت سے استفادہ کرتی رہیں گی۔ اس طرح ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی دنیا میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کی عربی عبارتوں کو کمپیوٹرائز کیا۔

سعودی نیشنلٹی: ۱۹۸۱ء (۱۴۰۱ھ) میں حدیث کی گرانقدر خدمات کے پیش نظر آپ کو سعودی نیشنلٹی عطا کی گئی۔

چند علمی خدمات:

۱) Studies in Early Hadith Literature

۲) دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینه

۳) منهج النقد عند المحدثین نشاته، تاریخه

۴) Studies in Hadith Methodology and Literature

۵) The History of the Quranic Text from Revelation to Compilation

۶) On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence

موصوف کی متعدد کتابیں دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہیں۔ غرض ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے حدیث کی ایسی عظیم خدمات پیش فرمائی ہیں کہ ان کی حدیث کی خدمات کا اعتراف نہ صرف عالم اسلام کو ہے بلکہ مستشرقین نے بھی آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ **اللهم زد فزد۔**

محمد نجیب سنبھلی قاسمی